© rasailojaraid.com

مذہب کی آڑ میں استعماریت[۱]

(عبدالحمید صدیقی)

جب کوئی سطح بین آنکھ عیسائی مبلغین کے کارناموں کو دیکھتی ہے تو یہی سمجھتی ہے کہ خدا ترس اور پاکباز انسانوں کا ایک گروہ ہے جو اپنے خالق اور مالک کی رضا جوئی کے لیے مذہب کی اشاعت کر رہا ہے۔ اس کے ارادے بڑے نیک اور اس کی آرزوئیں اور تمنائیں بڑی ہی پاکیزہ ہیں۔ ہمیں خواہ ان کے نقطۂ نظر سے اختلاف ہو اور اُن کے دین کو بھی ہم صحیح نہ سمجھتے ہوں لیکن ان کے اخلاص کے بارے میں عام طور پر لوگوں کو کوئی شبہ نہیں گزرتا بلکہ اُن کی مذہب سے وابستگی و شیفتگی اور اس کی توسیع و اشاعت کے لیے ہر قسم کا ایثار لوگوں سے خراجِ تحسین حاصل کرتا ہے۔

پھر اس معاملہ میں بھی عام انسان غلط فہمی کا شکار ہیں کہ یہ لوگ اگرچہ عیسائیت کے مبلغ اور داعی ہیں مگر ان کا نقطۂ نظر محدود نہیں۔ اُن میں دوسرے مذاہب کے مبلغین کی طرح تنگ نظری و تعصب ناپید ہے۔ یہ پوری نوعِ بشری کے خادم ہیں۔ ان کے نزدیک مشرقی اور مغربی، گورے اور کالے، ایشیائی یا افریقی کی کوئی قید نہیں۔ اُن کی محبت ہر ذی روح کو اپنی آغوش میں لینے کے لیے تیار رہتی ہے۔ جب کوئی دکھی انہیں پکارتا ہے تو یہ فوراً اُس کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں۔ جب کوئی ضرورت مند اور محتاج ان کی طرف رجوع کرتا ہے تو یہ فوراً اس کی دادرسی کے لیے اُس کی طرف لپکتے ہیں۔ الغرض یہ انسانیت کے بے مزد غلام ہیں۔ کوئی دنیاوی غرض اور کوئی نفسانی خواہش ان کے اعمال کا محرک نہیں ہوتی بلکہ اُن کے پیچھے صرف ایک ہی جذبہ کام کرتا ہے کہ وہ انسانیت کے دکھوں کا مداوا کریں اور اس طرح اپنے خالق و مالک اور اُس کے پیارے "بیٹے" کی خوشنودی حاصل کریں۔ اسی غرض کے لیے انہوں نے

[۱] یہ مضمون ڈاکٹر مصطفیٰ خالدی اور ڈاکٹر عمر فروخ کی مشہور عربی تصنیف "التبشیر والاستعمار" MISSIONARIES AND IMPERIALISM سے ماخوذ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جگہ جگہ سکول، کالج، ہسپتال، یتیم خانے اور محتاجوں کے مراکز قائم کر رکھے ہیں اور اُن پر کروڑوں نہیں بلکہ اربوں اور کھربوں روپے سالانہ صرف ہوتے ہیں۔ ان سکولوں اور کالجوں سے، ان شفاخانوں اور یتیم خانوں سے عیسائیوں کے مقابلے میں غیر عیسائی بہت زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

عیسائی مشنریوں کی یہ کارگزاریاں بظاہر نہایت مفید اور قابل قدر ہیں اور اس وجہ سے پوری نوع انسانی ان کی احسانمند اور شکر گزار ہے۔ لاتعداد مریضوں کو ان کے شفاخانوں کے ذریعہ شفا حاصل ہوئی ہے، اَن گنت بچوں کو ان کی درسگاہوں نے جہالت کی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی میں آباد کیا ہے۔ ان کے محتاج خانوں نے بیشمار لاوارث بچوں اور بے سہارا لوگوں کو پناہ دی ہے۔ اس کے علاوہ ان مبلغین میں انسان سیرت و کردار، بے نفسی اور بے غرضی، مستعدی اور حوصلہ مندی، جرأت و ایثار کے بعض بہت اچھے نمونے بھی دیکھ سکتا ہے مگر یہ تبشیر کا صرف ایک پہلو ہے۔ اس کا دوسرا پہلو بڑا ہی دردانگیز اور انسانیت سوز ہے۔

اسی مذہبی تبلیغ اور انسانی اخوت و محبت کی آڑ میں مغربی استعمار کو دنیا کے مختلف ممالک میں اثر و نفوذ کا موقع فراہم ہوا۔ استعماریت نے جس ملک یا علاقہ کو اپنے ناپاک عزائم کی آماجگاہ بنانا چاہا وہاں سب سے پہلے عیسائی مشن ہی مقدمۃ الجیش کی صورت میں داخل ہوئے اور انہوں نے آہستہ آہستہ بڑے سلجھے بندھے پروگرام کے تحت استعماری عساکر کے لیے راستہ ہموار کیا۔ یہ مبشرین بظاہر تو مسیحیت کی نشر و اشاعت اور خدمتِ خلق کے دوسرے کاموں میں مصروف نظر آئے مگر انہوں نے پس پردہ جاسوسی کے فرائض سرانجام دیئے۔ عیسائیوں کے یہ مشن مشرقی ممالک میں مغربی استعمار کے سب سے بڑے ایجنٹ ہیں اور استعماری عزائم کی تکمیل میں انہیں ہمیشہ ایک نہایت عمدہ آلہ کار کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

اب جبکہ مغربی دنیا حالات کے ہاتھوں اس بات پر مجبور ہوگئی ہے کہ وہ مشرقی ممالک کو سیاسی طور پر آزاد کر دے تو اس وقت یہ عیسائی مشنیری مختلف ممالک میں اپنی اپنی قوموں کے استعماری مفادات کی پوری قوت کے ساتھ حفاظت اور پاسبانی کر رہے ہیں۔ ان کے مراکز وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کمین گاہیں ہیں جن میں استعماریت کا دیو استبداد بڑی آسانی کے ساتھ چھپ کر بیٹھ سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب امپیریلزم سیاسی اقتدار کی صورت میں مشرق پر اپنا تسلط قائم نہیں رکھتا بلکہ دعوتِ دین اور خدمتِ انسانیت کے نام پر غارتگری کرتا ہے۔

سطورِ بالا میں ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ کوئی ایسی ڈھکی چھپی بات نہیں جس سے لوگ یکسر بے خبر ہوں۔ وہ حضرات جنھوں نے سطح سے نیچے اتر کر ان مسیحی مبلغین کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا ہے وہ اس امر سے بخوبی واقف ہیں۔ اس موضوع پر متعدد کتب، رسالے اور پمفلٹ بھی شائع ہوئے ہیں۔ اس برِ اعظم میں پروفیسر باسو نے اس مسئلہ پر ایک نہایت ہی قابلِ قدر کتاب "ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کا عروج" کے نام سے مرتب کی۔ اسی نوع کی ایک نہایت عمدہ کوشش اب حال ہی میں عربی دنیا کے دو نامور اصحابِ علم نے "التبشیر والاستعمار فی البلاد العربیۃ" میں کی ہے۔ ان حضرات میں ایک ڈاکٹر مصطفیٰ خالدی ہیں جو پہلے بیروت کی امریکن یونیورسٹی میں نائب پروفیسر تھے اور اب نیشنل سکول آف نرسنگ کے پرنسپل ہیں۔ دوسرے صاحب ڈاکٹر عمر فروخ دمشق میں عرب اکادمی کے رکن ہیں۔ یہ دونوں اصحاب نہ صرف جدید تعلیم یافتہ ہیں بلکہ ان کا ان عیسائی مشنریوں کے ساتھ سالہا سال براہِ راست تعلق بھی رہا ہے۔ اس بنا پر ان کے مشاہدات اور تاثرات کو کسی متعصب مذہبی دیوانے کے اوہام سمجھ کر رد نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے اس کتاب میں اپنے نقطۂ نظر کو پورے دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ اشاعتِ دین کا یہ کام سراسر ڈھونگ ہے۔ اگر مذہب کی محبت ہی ان لوگوں کی جدوجہد کا محرک ہوتی تو پھر مشنریز کے ان گروہوں میں وہ لوگ کبھی شامل نہ ہوتے جو مذہب کی بنیادی تعلیمات تک کے بھی منکر ہیں۔

اس معاملہ کا دلچسپ پہلو یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ان مبلغین میں بعض وہ لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں جو یا تو اپنی حکومتوں کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر ملک چھوڑ دیتے ہیں یا حکومتِ وقت ان لوگوں کی تخریبی کارروائیوں سے مجبور ہو کر انہیں ملک بدر کر دیتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اس قسم کے لوگوں کو نہ تو اپنے ملک سے کوئی دلچسپی ہو سکتی ہے اور نہ ہی ان حکومتوں کو ان کی سرگرمیوں سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر یہ عجیب بات ہے کہ جو بھی "مغضوبین" کا یہ گروہ "خدمت دین" کے کام پر مشرق کی طرف نکلتا ہے تو ان کی ساری تخریبی سرگرمیوں کے باوجود اُن پر اپنے اپنے ممالک کی طرف سے لطف و کرم کی بارش ہونے لگتی ہے اور ان "باغیوں" کی ہر ممکن طریق سے پشت پناہی کی جاتی ہے۔

پھر بعض ممالک ایسے بھی ہیں جو دین کے سخت دشمن ہیں اور مذہب کی بیخ کنی کو ہی اپنے وجود کا واحد مقصد خیال کرتے ہیں مگر غیر ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں کو وہ بھی اتنی ہی اہمیت دیتے ہیں جتنی کہ مذہب نواز ممالک۔ یہ ایک عجیب تضاد ہے کہ جو قومیں اپنے اندر مذہب کے وجود کو ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتیں اور اسے ہر طرح سے مٹانے کے درپے رہتی ہیں وہ ملک کی چار دیواری کے باہر دین کی سب سے بڑی حامی اور ناصر بن جاتی ہیں۔ چنانچہ دیکھیے کہ روس جیسے مذہب کُش ملک نے دوسری جنگِ عظیم کے بعد اپنے اثر و نفوذ کو دوسرے ممالک میں بڑھانے کے لیے ماسکو میں ایک مذہبی کانفرنس منعقد کی جس کو خود اسٹالن نے شرکت کا اعزاز بخشا۔ اس موقع پر یہ طے کیا گیا کہ اقطاعِ عالم میں اور خصوصاً دنیائے اسلام میں روس کو اپنی تبلیغی سرگرمیاں منظم طریق پر شروع کرنی چاہییں

اسی طرح جنرل ہیگ نے بھی حکومت برطانیہ کو اس بات کا مشورہ دیا کہ وہ جزیرۃ العرب میں مسیحیت کی نشر و اشاعت کے لیے کوئی اعلیٰ پروگرام بنائے۔ اس پروگرام کے طے ہو جانے کے بعد مختلف قسم کے لوگ مختلف عزائم اور مقاصد کے ساتھ اس کام کے لیے اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ بعض محض سیر و سیاحت کے خواہشمند تھے، بعض ان مہمات کو اپنے ذاتی افکار و نظریات دوسروں تک پہنچانے کا مؤثر ذریعہ سمجھتے تھے۔ ان میں کافی تعداد ان لوگوں پر مشتمل تھی جو اپنے ملک میں نہایت ہی ناکام اور نامراد تھے اور اس وجہ سے انھوں نے دوسرے ممالک کا رُخ کیا۔ ان حضرات کی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص یہ باور نہیں کر سکتا کہ ان کے پیش نظر اشاعتِ دین ہے۔ ان میں بسا اوقات ایسے لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں جو شرافت و اخلاق سے قطعاً عاری ہیں اور اپنی کمینہ حرکات کی وجہ سے اُن کا وجود مذہب کے لیے مفید ہونے کے بجائے انتہائی مضرت رساں ثابت ہوتا ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف مخلص نصاریٰ نے ایک رسالہ "العصبۃ الاندلسیۃ" میں بڑے واشگاف الفاظ میں کیا ہے۔ اس میں انھوں نے بتایا ہے کہ پروٹسٹنٹ دینی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نقطۂ نظر سے انسانیت کو بہت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ان حضرات کا دوسرے ممالک میں اقامت پذیر ہونا مذہب کے لیے نہایت مہلک ہے۔ ایک ایسا شخص جو اخلاقی اعتبار سے انتہائی پست ہے وہ اگر ماہر تعلیم ہو یا اپنے علم وفضل کی بنا پر ایک تاریخی شخصیت بھی بن جائے مذہبی نقطۂ نظر سے وہ کسی طرح مفید اور کارآمد نہیں ہو سکتا۔ اخلاق مذہب کی جان ہے، مذہب اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک لوگ اخلاقی لحاظ سے بلند ہوں گے۔ اخلاق کا زیاں مذہب کی موت ہے۔ اس لیے اشاعت دین کا کوئی ادارہ اخلاق سے عاری لوگوں کو کبھی بھی اپنانے پر تیار نہیں ہوتا۔ مگر ان عیسائی مشنریوں کا معاملہ بالکل دوسرا ہے۔ مبشرین کے یہ ادارے اپنے نمائندوں کے عیوب اور خامیوں کو جانتے بوجھتے بھی ان کی مدح وستائش کرتے چلے جاتے ہیں۔ دنیا کے مختلف رسائل وجرائد اور اخبارات میں اُن کی تعریف و توصیف ہوتی ہے اور ان کی تصاویر شائع کی جاتی ہیں اور ہر ممکن طریق سے لوگوں کے ذہنوں میں اس باطل خیال کی آبیاری کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے فضائل سے نہ صرف آشنا ہیں بلکہ وہ اُن کے عملی نمونے بھی ہیں۔ ان لوگوں کی اصول پسندی کا یہ عالم ہے کہ جب تک اُن کے مفادات کیتھولک گروپ سے وابستہ رہتے ہیں تو یہ اس کے پُرجوش مبلغ ہوتے ہیں اور جب یہ مفادات دوسری طرف نظر آتے ہیں تو فوراً پروٹسٹنٹ کی طرف لپک جاتے ہیں۔ پادری جیسپ اسی موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

> "عیسائی مشنریز اب اخلاقی اعتبار سے اس حد تک گر گئے ہیں کہ ان کے واقعات بیان کرتے ہوئے سخت ندامت محسوس ہوتی ہے۔ چند دنوں کی بات ہے کہ روم کے ایک ممتاز گھرانے کی دو لڑکیاں ان لوگوں نے اغوا کر لیں۔ سراغ لگانے والوں نے پتہ کر کے متعلقین کو خبر کر دی۔ انہوں نے ان کی اس مذموم حرکت پر بڑی لعن طعن کی"

مصنف مذکور اسی قسم کے اور بہت سے گھناؤنے الزام عائد کرنے کے بعد لکھتا ہے:

> "یہ کلیسائی نظام ایک لعنت ہے جس کی وابستگی انسانوں کو مفاد پرست اور ہوا و ہوس کا غلام بنا دیتی ہے بعض گرجے تو فواحش اور بدکاری کے مخفی اڈے ہیں"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان سب خامیوں اور خرابیوں کے باوجود جس بات میں تمام عیسائی ممالک ایک دوسرے کے ہم نوا ہیں وہ عرب اور اسلام دشمنی ہے۔ یہ دشمنی دلوں میں اس قدر راسخ ہو چکی ہے کہ اسے آسانی سے نکالا نہیں جاسکتا۔ یہ ایک تاریخی عناد ہے جس کی جڑیں بہت گہری ہیں صلیبی جنگوں نے اس دشمنی میں مزید شدت پیدا کردی ہے۔ اس وقت سے مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔

بعض انجان ابھی تک یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان عداوت کی اصل وجہ صرف مذہبی اختلافات ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اختلافات بھی ان دو قوموں کے درمیان بنائے نزاع ہیں جنہیں کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا مگر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ ان نظریاتی اختلافات کے علاوہ ان دونوں اقوام کی باہمی آویزش کا اصل سبب مسلمانوں کی سیاسی طاقت و اقتدار ہے۔ جرمن مستشرق کارل بیکر اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے:

"قرونِ وسطیٰ میں جب اسلام کی نشر و اشاعت شروع ہوئی تو یہ چیز نصرانیت کے لیے سخت باعثِ تکلیف ثابت ہوئی۔ عیسائیوں کو دینی اور اقتصادی لحاظ سے بہت نقصان پہنچا۔ اسلام کے اثرات مفتوحہ علاقوں سے نکل کر دور دور تک پھیلنے لگے۔ یہ صورتِ حال مسیحیت کے پرستاروں کے لیے موجبِ اذیت تھی۔ یہیں سے مسلمانوں کے خلاف نفرت و دشمنی کے داغ بیل پڑی جو بعد میں مختلف حالات کے تحت پھولتی پھلتی رہی۔"

قریب قریب اسی خیال کا اظہار ایک اور مستشرق گارڈ فرنے بھی کیا ہے۔ یورپ اسلام کے اس غلبہ اور ترقی کو ٹھنڈے پیٹوں کیونکر قبول کر سکتا تھا۔ اس لیے یورپ کی مختلف سلطنتوں نے ایک منظم طریق سے اسلام کو شکست دینے کے منصوبے تیار کیے۔ جہاں قہاری اور جباری سے کام نکلتا ہوا دکھائی دیا وہاں مسلمانوں پر جبر و استبداد کے پہاڑ توڑے گئے اور جہاں عیاریوں اور چالبازیوں سے مسلمانوں کو زک دینا ممکن ہوا وہاں ان طریقوں کو بلا تکلف استعمال کیا گیا اور جس جگہ یہ صورت ممکن نہ تھی وہاں مبشرین کے گروہ بھیج دیئے گئے تاکہ وہاں مذہب اور دین کے نام پر ان لوگوں کو مسخر کیا جائے۔ ان مبلغین نے اپنے ان ناپاک مقاصد کے حصول کے لیے بڑی حکمت و دانائی سے کام لیا۔ مسلمانوں کے اندر فروعی اختلافات کو ابھارا تاکہ ان کی ملت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا شیرازہ منتشر ہو۔ مشہور مستشرق لارنس براؤن اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"مسلمانوں کا اتحاد دنیا کے لیے خطرہ کی گھنٹی ہے اگر یہ منتشر رہیں تو بے وزن ہو نگے اور ہمارے لیے مفید بھی بن سکیں گے۔"

اسی طرح سائمن نے اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے اس بات کو ذرا کھل کر ان الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

"وحدت اسلامی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے مسلمانوں کی تمام امیدیں بر آسکتی ہیں مگر یہ چیز یورپین غلبہ و اقتدار کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے جسے دور کرنے کی انہیں ہر وقت فکر کرنی چاہیے۔"

عیسائی مبشرین بظاہر وحدت اسلامی کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اس کی تائید و حمایت کے لیے کبھی کبھی طویل مقالات بھی شائع کرتے رہتے ہیں لیکن ان کی برابر یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو بے دین بنایا جا سکے۔ یہ حضرات اس امر سے پوری طرح واقف ہیں کہ مسلمانوں کے اندر قوت رابطہ صرف اسلام ہے۔ اس کی مقناطیسی کشش ہی انہیں ایک دوسرے سے جوڑ سکتی ہے اور اگر یہ درمیان سے ہٹ جائے تو پھر مسلمانوں کو کوئی چیز باہم مربوط نہیں کر سکتی۔ ان لوگوں کو اصل خطرہ مسلمانوں کی وحدت سے نہیں بلکہ اسلام سے ہے۔ چنانچہ دیکھیے کہ "انسانیت کے ان خادموں" نے مسلمانوں کی مذہبی تحریکات کو کچلنے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔

یورپ کے مرد بیمار یعنی ترکی سے مغربی استعمار کو آخر کیا خطرہ ہو سکتا تھا لیکن جب یہاں دینی بنیاد پر وحدت قومی کا نعرہ بلند ہوا اور سنوسی مذہبی گروہ نے سر اٹھایا اور اس بے سرو سامانی کے باوجود مغربی استعمار کی بڑھتی ہوئی یلغار کو روکنے کی کوشش کی تو اس وقت تمام عیسائی ممالک میں ایک کھلبلی مچ گئی اور یہ بیمار ترکی ان کے لیے ایک عظیم خطرہ بن گیا۔ یہ خطرہ کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ ترکی ایک مسلمان ملک ہے بلکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ترکی اسلام کی بنیاد پر ایک وحدت بن کر ابھر رہا تھا اور اس نے دنیا کے مسلمانوں کی ہمدردیاں بھی حاصل کر لی تھیں۔

اسی طرح چین میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت اور اتحاد کو دیکھ کر چالاک عیسائیوں نے دشمنی کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہاتھ بڑھایا تو سموئیل مبلّغ نے ان نصرانیوں کو جنہوں نے یہ حرکت کی تھی بزدل قرار دیتے ہوئے انہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ حالانکہ یہ دوستی حقیقی دوستی نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی۔ کوئی عیسائی بھی صلیبی جنگوں کی تلخیاں فراموش نہیں کر سکتا۔ بلکہ مختلف تدابیر سے ان تلخیوں کو ذہن میں محفوظ رکھنے کی پوری پوری کوشش کی جاتی ہے۔ پوپ شانتو رمشن کالج بیروت کے پرنسپل نے اپنی حکومت کو اس سلسلہ میں یہ مشورہ دیا ہے کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جس میں بلند پایہ مبلغین تیار کر کے دنیا کے مختلف گوشوں میں بھیجے جائیں جہاں وہ صلیبی جنگوں کی یاد کو ذہنی طور پر تازہ رکھنے کی سعی کریں اور اس سے پیدا شدہ جذبات کو اپنے کام میں لائیں۔ پوپ شانتو را ایک نامور مذہبی شخصیت ہے۔ اس کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ عیسائی سیاست کا آئینہ دار ہے۔ کوئی حکمران اس کی مرضی کے بغیر تختِ اقتدار پر متمکن نہیں رہ سکتا۔ استعماری طاقتیں ان کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ اُن کی عظمت کے مطابق ان کے مشورہ کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ان بیانات اور واقعات کو پڑھنے کے بعد کسی کو اس بات میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ان مبلغین کے پیشِ نظر صرف سیاسی قوت و اقتدار ہے۔ مذہبی تبلیغ تو محض ایک فریب ہے جس کی آڑ میں مشرقی اقوام کا شکار کیا جا رہا ہے۔

مبلّغین کی افترا پردازیاں ان مبشّرین نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو منصوبہ تیار کیا ہے اس کا دوسرا جزو تعلیماتِ الٰہی اور حضورِ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مختلف قسم کی گمراہیاں پھیلانا اور الزامات تراشنا ہے۔ ان لوگوں کی ذہنی کجی کا اندازہ اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ یورپ میں ایک دفعہ میری چند ماہرینِ مذہب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ مذہبی مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا جائے۔ میں نے ان کی اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے ان کی اس تجویز کو منظور کر لیا۔ وہ دوسرے دن وقت مقررہ پر تشریف لائے اور گفتگو کا آغاز کسی دینی مسئلہ کی بجائے ایک اسلامی رسالہ کے مصنف سے کیا اور اس پر مختلف قسم کے اعتراضات کر کے بحث شروع کر دی۔ مجھے اُن کا یہ طریقہ ناگوار گزرا اور ان سے کہا کہ جب آپ دینی مسائل پر گفتگو کے لیے تشریف لائے ہیں تو کسی اہم مسئلہ کو سامنے رکھ کر اس پر تبادلۂ خیالات کیجیے۔ اگر آپ کو مسئلہ کے تعین میں کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقت ہے تو میں متعین کیسے دیتا ہوں۔ رسالت محمدی کا مسئلہ خاصا اہم ہے اس پر بات چیت کرلی جائے۔ اس پر ایک شخص نے بڑے مغرورانہ انداز میں کہا: "آپ علمی آدمی معلوم ہوتے ہیں، ایسے مسئلہ پر گفتگو کریں جو علمی اور عقلی طور پر ثابت کیا جا سکے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کو مسلمان محض جذبات سے مغلوب ہو کر تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے آپ جیسے شخص کو ایسے مسئلہ پر اظہار خیال سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہ چیز آپ کے مرتبہ سے (معاذ اللہ) فروتر ہے۔ میں چونکہ جانتا تھا کہ منطقی دلائل ان کے لیے بالعموم مفید ثابت نہیں ہوتے اس لیے میں نے بات کاٹتے ہوئے صرف اتنا کہا! "ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اسی طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح آپ لوگ حضرت عیسیٰ کو خدا تسلیم کرتے ہیں"۔ اس پر وہ حیران سے ہو گئے اور بات ختم ہو گئی۔

یہ عیسائی مبلغین اسلام کے متعلق جو رائے رکھتے ہیں اس کی چند مثالیں بھی ملاحظہ ہوں:

مسلمانوں اور عربوں کا ایک بہت بڑا دشمن لیفونیان لکھتا ہے: "مسلمان ایک جاہل قوم ہے جو خدا کے بارے میں تنزیہ کا عقیدہ رکھتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو انسانی صفات جسم، ناک، ہاتھ وغیرہ سے مبرا قرار دیتی ہے"۔ اسی طرح کی ایک مضحکہ خیز بات مشہور مبلغ نلسن نے کی ہے۔ اس کا بیان ہے: "اسلام بذاتِ خود کچھ بھی نہیں۔ اس میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ نصرانیت سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ اس میں جو کچھ ہے وہ بت پرستی ہے جسے ہو بہو یا تھوڑی سی ترمیم کے بعد اسلام میں شامل کر لیا گیا ہے"۔ ایک اور بڑے مبلغ جان ٹاکلی کا کہنا ہے: "اب ہمیں مسلمانوں کی کتاب مقدس (قرآنِ حکیم) کی مذمت کرنی چاہیے کیونکہ یہ اسلام کا سب سے زیادہ تیز اور موثر ہتھیار ہے۔ ہمیں لوگوں کو بتانا چاہیے کہ قرآن مجید میں جو باتیں صحیح ہیں وہ سب کی سب پرانی اور دوسرے مذاہب سے اخذ کردہ ہیں اور نئی باتیں ساری کی ساری غلط اور بے بنیاد ہیں"۔ ایک اور مبلغ اپنی تحقیق کے نوادر اس طرح پیش کرتے ہیں: "اسلام کا دارو مدار ایسی احادیث پر ہے جن کا ماخذ قرآن ہے لیکن جب ہم جھوٹی احادیث چھانٹ کر الگ کر دیں تو دینِ اسلام میں باقی کچھ نہیں رہتا۔ اس کی حیثیت تر ہندی (املی) کی سی ہے جس کا بیج اگر نکال دیا جائے تو وزن ختم ہو جاتا ہے"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان اقتباسات کو جن کی حیثیت مشتے نمونہ از خروارے کی سی ہے ذرا مطالعہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اسلام کے متعلق کس قسم کی گوہر افشانیاں کی جا رہی ہیں۔ اب ایک نظر عقلیت کے ان دعویداروں کے چند قرآنی نکات پر بھی ڈال لیجیے۔ فریڈرک ملس قرآن مجید پر اعتراضات کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "قرآن نے مریم والدہ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم عمران کی بیٹی موسیٰ و ہارون کی بہن کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے: یٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (اے ہارون کی بہن: نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی) قرآنِ کریم کی اس آیت پر ملس صاحب فرماتے ہیں: حضرت مریم اُمِ عیسیٰ (علیہ السلام) حضرت ہارونؑ کی بہن کس طرح ہو سکتی ہیں جبکہ اُن کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ سو برس پہلے کا ہے۔ ملس صاحب کا علم و فضل دیکھیے کہ وہ اس معمولی سی بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہاں قرآن ایک کنایہ سے کام لے رہا ہے جس میں امِ عیسیٰ مریم کو عفت اور پاکدامنی میں عمران کی بیٹی اختِ ہارون سے تشبیہ دی گئی ہے۔[1] بالکل اسی طرح جس طرح کہ ہم کسی شخص کی تعریف میں کہہ دیتے ہیں

---

[1] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اس مقام کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

ان الفاظ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ انہیں ظاہری معنی میں لیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ حضرت مریمؑ کا کوئی بھائی ہارون نامی ہو۔ دوسرے یہ کہ عربی محاورے کے مطابق اختِ ہارونؑ کے معنی "ہارون کے خاندان کی لڑکی" لیے جائیں۔ کیونکہ عربی میں یہ ایک معروف طرزِ بیان ہے۔ مثلاً قبیلۂ مضر کے آدمی کو یا اخا مضر (اے مضر کے بھائی)، اور قبیلۂ ہمدان کے آدمی کو یا اخا ہمدان (اے ہمدان کے بھائی) کہہ کر پکارتے ہیں۔ پہلے معنی کے حق میں دلیلِ ترجیح یہ ہے کہ بعض روایات میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معنی منقول ہوئے ہیں اور دوسرے معنی کی تائید میں دلیل یہ ہے کہ موقع و محل اس معنی کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ اس واقعہ سے قوم میں ہیجان برپا ہوا تھا۔ اس کی وجہ بظاہر یہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہارون نامی ایک گمنام شخص کی کنواری بہن گود میں بچہ لیے ہوئے آئی تھی بلکہ جس چیز نے لوگوں کا ایک ہجوم حضرت مریمؑ کے گرد جمع کر دیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا اخا العرب (اے عربی بھائی)۔ حالانکہ اس شخص سے ہمارا کوئی خون کا رشتہ نہیں ہوتا۔

اسی طرح کی قرآن دانی کا ایک دوسرا شاہکار بھی ملاحظہ ہو۔ ڈاکٹر اڈولف خیبر مارد، جو فلسفہ کے ڈاکٹر ہیں، استفہامِ انکاری اور استفہامِ عادی میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اس آیت اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے کہ وہ مومن ہو جائیں؟)[1]

(باقی ص۲۰۱ پر)

تھا وہ یہی ہو سکتی تھی کہ بنی اسرائیل کے مقدس ترین گھرانے، خانوادۂ ہارون کی لڑکی اس حالت میں پائی گئی۔ اگرچہ ایک حدیث مرفوع کی موجودگی میں کوئی دوسری تاویل قابلِ لحاظ نہیں ہو سکتی لیکن مسلم، نسائی، ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث جن الفاظ میں نقل ہوئی ہے اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ ان الفاظ کے معنی لازماً ہارون کی بہن ہی ہیں۔ مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے حضرت مغیرہ کے سامنے یہ اعتراض پیش کیا کہ قرآن میں حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہا گیا ہے حالانکہ حضرت ہارون ان سے سینکڑوں برس پہلے گزر چکے تھے۔ حضرت مغیرہ ان کے اس اعتراض کا جواب نہ دے سکے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ ماجرا عرض کیا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے یہ جواب کیوں نہ دے دیا کہ بنی اسرائیل اپنے نام انبیاء اور صلحاء کے نام پر رکھتے تھے۔ حضورؐ کے اس ارشاد سے صرف یہ بات نکلتی ہے کہ لاجواب ہونے کی بجائے یہ جواب دے کر اعتراض رفع کیا جا سکتا تھا۔ (ترجمان القرآن جلد ۲۹ عدد ۴)

[1] نامناسب نہ ہوگا اگر ہم یہاں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تشریح درج کردیں:

"اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو زبردستی مومن بنانا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا کرنے سے روک رہا تھا۔ دراصل اس فقرے میں وہی اندازِ بیان اختیار کیا گیا ہے جو قرآن میں بکثرت مقامات پر ہمیں ملتا ہے کہ خطاب تو بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے مگر اصل میں لوگوں کو وہ بات سنانی مقصود ہوتی ہے جو نبی کو خطاب کر کے فرمائی جاتی ہے۔ یہاں جو کچھ کہنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ لوگو! حجت اور دلیل سے ہدایت و ضلالت کا فرق کھول کر رکھ دینے اور راہِ راست صاف دکھا دینے کا جو حق تھا وہ تو ہمارے نبی نے پورا پورا ادا کر دیا ہے۔ اب اگر تم خود راست رو (باقی ص۱۷۶ پر)

© rasailojaraid.com